حیوانات کی حلت وحرمت : فقہاء کی آراء اور علم حیوانات

ڈاکٹر حافظ مبشر حسین☆

ABSTRACT

The jurists of Islamic Law have laid down broad principles regarding the categorizing of the animals that are permissible or otherwise for consumption and utilization. These principles can be precisely stated as follows: 1-animals that have been identified in Quran or Sunnah in terms of their impermissibility; 2- animals not identified, yet fall under principles mentioned in Quran or Sunnah prohibiting their consumption or utilization. All other animals are initially permissible. While applying these principles in identifying the animals for each principle there exist various opinions among the jurists, this article seeks to reconsider these categorization with zoological division of the animal kingdom.

حیوانات کی حلت وحرمت پر بنیادی فقہی قواعد

حیوانات کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں فقہاء نے قرآن وسنت سے جو اصول/ ضوابط اخذ کیے ہیں ان سب کا خلاصہ درج ذیل پانچ اصول ہیں:

۱- جن حیوانات کی حرمت صراحتاً ان کا نام لے کر قرآن میں کر دی گئی وہ حرام ہیں۔

☆ لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IRI, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

۲- جن حیوانات کی حرمت کسی قاعدہ اور ضابطے کی صورت میں قرآن میں کر دی گئی وہ بھی حرام ہیں۔

۳- جن حیوانات کی حرمت صراحتاً ان کا نام لے کر سنت میں کر دی گئی وہ حرام ہیں۔

۴- جن حیوانات کی حرمت کسی قاعدہ اور ضابطے کی صورت میں سنت میں کر دی گئی وہ بھی حرام ہیں۔

۵- مذکورہ بالا چاروں صورتوں کے علاوہ باقی سب حیوانات حلال ہیں۔[۱]

ذیل میں ان اصول و قواعد کی کچھ ضروری تفصیل درج کی جائے گی اور اس کے بعد ان کے اطلاقات کے سلسلہ میں علم حیوانات (Zoology) کی روشنی میں کچھ نئے مسائل کو زیر بحث لایا جائے گا۔

قرآن سے اخذ کردہ پہلا اصول (قاعدہ نمبر۱)

قرآن مجید میں چار مقامات پر خنزیر کے نام کی صراحت کے ساتھ اس کی حرمت (یعنی حرام لذاتہ) کا ذکر ملتا ہے، اور اس پر فقہاء امت کا اتفاق بلکہ اجماع ہے کہ یہ اپنی تمام اقسام اور اپنے تمام اجزاء سمیت حرام ہے، ماسوا حالت اضطرار کے۔ اس سلسلہ کی متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں :

(۱) ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[۲]

اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھا لے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۲- ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾[۳]

تم پر حرام کیا گیا مردار خون سور کا گوشت وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور

۱- اس پانچویں اصول کا تعلق بنیادی طور پر غیر منصوص مسائل کی قبیل سے ہے، طوالت کے خوف سے اس کی تفصیل اس مضمون میں نہیں دی جا رہی البتہ اس سلسلہ میں مقالہ نگار کا ایک مضمون بعنوان: **غیر منصوص مسائل اور قاعدہ اباحت اصلیہ**، مجلّہ القلم، (دسمبر۲۰۰۹ء، ج۱۴، ش۱۴، ص ۷۵-۹۳، شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲- البقرۃ ۲: ۱۷۳

۳- المائدۃ ۵: ۳

کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾(۴)

اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھا لے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۴- ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَآ اُہِلَّ لِغَیْرِ اللہ بِہٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾(۵)

اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ البتہ بھوک سے مجبور اور بے قرار ہو کر اگر کوئی ان چیزوں کو کھا لے بغیر اس کے کہ وہ قانون الٰہی کی خلاف ورزی کا خواہش مند ہو یا حد ضرورت سے تجاوز کا مرتکب ہو تو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات میں خنزیر کے گوشت (لحم الخنزیر) کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے بادء النظر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا گوشت کے علاوہ باقی اجزاء بھی اس حرمت میں شامل ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں علماء نے بالاتفاق یہ موقف اختیار کیا ہے کہ گوشت کے ساتھ باقی اجزاء بھی حرمت

۴- الانعام ۶: ۱۴۵

۵- النحل ۱۶:۱۱۵، قرآن مجید کی مذکورہ آیات میں خنزیر کے علاوہ مردار خون اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے حیوانات کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ مردار اور غیراللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانور سبھی طور پر حرام ہیں (یعنی فقہی اصطلاح کے مطابق حرام لغیرہ) اس لیے انہیں اس بحث میں شامل نہیں کیا جا رہا۔

میں شامل ہیں[۶] بلکہ اس بات پر کہ خنزیر اپنے جملہ اجزاء کے ساتھ حرام ہے اجماع کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے۔[۷] مگر فقہ حنبلی کی معروف کتاب مَطَالِب اُولی النُّھٰی میں امام داؤد ظاہری[۸] کے بارے میں یہ چونکا دینے والی رائے دی گئی ہے:

ولحم الخنزير كذلك بخلاف شحمه لقول الامام (داؤد)الظاهری بحله أى الشحم و نحوه لان القرآن صريح فى اللحم فقط فان الانسان لو حلف لا ياكل لحما فاكل نحو الشحم لا يحنث.[۹]

اسی طرح خنزیر کا گوشت (بھی نص قرآنی سے حرام ہے) بخلاف خنزیر کی چربی کے جیسا کہ امام داؤد ظاہری کا خیال ہے کہ خنزیر کی چربی وغیرہ (یعنی گوشت کے علاوہ اجزاء) حلال ہیں کیونکہ قرآن کریم میں صرف گوشت کی (حرمت کی) صراحت ہے لہٰذا اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا پھر وہ چربی وغیرہ کھا لے تو اس سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی اس سلسلہ میں تمام فقہاء ظاہریہ کا یہی موقف بیان کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

خص اللحم بالذكر مع ان بقية اجزائه أيضاً حرام خلافاً للظاهرية لانه معظم

۶- دیکھیے، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی (م ۶۷۱ھ)، **الجامع لاحکام القرآن**، الریاض، دار عالم الکتب، ۱۴۲۳ھ، ج۲، ص۲۲۲، جصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی (م۳۷۰ھ)، **احکام القرآن**، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ، ج۱، ص۱۵۳؛ محمود بن عبد اللہ شہاب الدین الآلوسی، (م ۱۲۷۰ھ)، **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی**، بیروت دار الثقافۃ ۱۳۸۳ھ، ج۲، ص ۵۹

۷- مثلاً دیکھیے: قرطبی، ج۲، ص۲۲۲؛ ابومحمد علی بن احمد ابن حزم، (م ۴۵۶ھ)، **مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات**، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، س، ن، ص ۱۴۸-۱۴۹ و **المحلّی**، بیروت، دارالفکر، س، ن، ج۷، ص ۳۸۸

۸- داؤد بن علی الظاہری تیسری صدی ہجری (م۲۷۰ھ) کے معروف فقیہ ہیں۔ قرآن و سنت کے ظاہر تک محدود رہنے اور قیاس کی نفی کرنے کے سبب آپ کو ظاہری کہا جاتا ہے۔ فرقہ ظاہریہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ (دیکھیے: خیر الدین بن محمود الزرکلی، (م ۱۳۹۶ھ)، **الاعلام**، دمشق دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء، ج۲، ص ۳۳۳)

۹- مصطفیٰ السیوطی الرحیبانی، (م۱۲۴۳ھ)، **مطالب اولی النھٰی فی شرح غایۃ المنتھیٰ**، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۶۱، ج۶، ص ۳۲۱

ما يؤكل من الحيوان وسائر اجزائه كالتابع له.(۱۰)

یہاں (خنزیر کے) گوشت کا خاص اس لیے ذکر کیا گیا حالانکہ اس کے بقیہ اجزاء بھی حرام ہیں لیکن فقہاء ظاہریہ اس بات کے مخالف ہیں کیونکہ یہ کسی بھی حیوان کا بنیادی حصہ ہوتا ہے اور بقیہ اجزاء گوشت کے تابع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مگر فقہاء ظاہریہ کے بارے میں یہ رائے کسی غلط فہمی پر مبنی ہے بالخصوص اس لیے کہ ظاہریوں کے معروف امام ابن حزم نے اس سلسلہ میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ خنزیر اپنے جملہ اجزاء کے ساتھ حرام ہے نیز انہوں نے اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

واتفقوا ان الخنزير ذكره و انثاه صغيره و كبيره حرام لحمه و شحمه و عصبه و مخه و غضروفه و دماغه و حشوته و جلده حرام كل ذلك.(۱۱)

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خنزیر حرام ہے خواہ مذکر ہو یا مونث اور خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ یہی حکم اس کے گوشت چربی پٹھوں گودے تِلی ہڈیوں مغز انتڑیوں پیٹ کے اندر کی تمام چیزوں اور چمڑے کا ہے یعنی یہ سب کچھ حرام ہے۔

اگر داؤد ظاہری یا کسی اور معروف عالم کی اس سلسلہ میں کوئی مختلف رائے ہوتی تو ابن حزم لازماً اسے نقل کرتے اور اس کی تردید و تغلیط بھی فرماتے۔

قرآن سے اخذ کردہ دوسرا اصول (قاعدہ نمبر۲)

جمہور فقہاء اہل سنت نے حیوانات کی حرمت کے سلسلہ میں قرآن مجید سے دوسرا اصول یہ اخذ کیا ہے کہ تمام خبیث حیوانات حرام ہیں۔ اس اصول کی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ. ﴾(۱۲)

تاہم یہ واضح رہے کہ اس اصول کی اصولی و اطلاقی دونوں حیثیتوں پر مختلف پہلوؤں سے فقہاء کا اختلاف رائے موجود ہے مثلاً یہ کہ خبیث اور طیب کا فیصلہ عقل کرے گی یا شارع؟ اگر عقل یہ فیصلہ کرے گی

۱۰- روح المعانی، ج ۲، ص ۴۲

۱۱- مراتب الاجماع، ص ۱۴۸-۱۴۹ و المحلیٰ، ج ۷، ص ۳۸۸

۱۲- سورہ الاعراف: ۱۵۷

تو آیا اس میں معیارِ عقل عرب معاشرہ ہو گا یا مجموعی انسانی عقل[۱۳] وغیرہ؟

تاہم جمہور فقہاء اس اصول کی اصولی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ اس اصول کے پیش نظر انہوں نے حشرات کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ حشرات خبائث میں سے ہیں اس بنیاد پر کہ طبائع سلیمہ ان سے نفرت کرتی ہیں اور خبائث کو قرآن مجید میں حرام قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہ حرام ہیں، تاہم ٹڈی (Locust) کو حدیثِ **احلت لنا میتتان** کی بنیاد پر اس حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔[۱۴]

اسی طرح جمہور فقہاء کے نزدیک وہ پرندے جو مردار خور ہیں یا ان کی خوراک کا بڑا حصہ مردار پر مشتمل ہے جیسے بڑا سیاہ کوا اور نسر گدھ وغیرہ یہ بھی مذکورہ اصول کی روشنی میں خبیث ہونے کی بنا پر حرام قرار دیے گئے ہیں۔[۱۵]

سنت سے اخذ کردہ اصول (قاعدہ نمبر۳)

حیوانات کی حرمت کے سلسلہ میں فقہاء نے قرآن مجید کی طرح سنت سے بھی دو طرح کے اصول اخذ کیے ہیں، گو کہ قرآن کے پہلے اصول کے برعکس ان دونوں اصولوں کی اصولی اور اطلاقی حیثیتوں پر خاصا فقہی اختلاف رائے بھی موجود ہے۔ اس فقہی اختلاف سے قطع نظر جہاں تک پہلے اصول کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ جن حیوانات کو ان کے نام کی صراحت کے ساتھ سنت میں حرام قرار دیا گیا ہے، وہ حرام ہیں، جیسے بعض فقہاء کے نزدیک گدھے، گھوڑے اور خچر کی حرمت کی ایک دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ان کا نام لے کر انہیں حرام قرار دیا گیا ہے ان میں سے دو احادیث درج ذیل ہیں:

۱۳- دیکھیے: ابن کثیر اِسماعیل بن عمر الدمشقی، (م۷۷۴ھ)، **تفسیر القرآن العظیم**، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۴ء، ج ۳، ص۴۳۹ و احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، **مجموع الفتاویٰ**، السعودیہ العربیہ، مکتبہ ابن تیمیہ، س ،ن ج ۱۷، ص ۱۷۸، ج ۱۹ ص ۲۴

۱۴- ابوبکر مسعود بن احمد الکاسانی، (م ۵۸۷ھ)، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ج۵، ص ۳۶

۱۵- عثمان بن علی بن محجن الزیلعی، (م۷۴۳ھ)، **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق**، القاہرۃ، دار الکتاب الاسلامی، ۱۳۱۳ھ، ج۵، ص ۲۹۵؛ **بدائع الصنائع**، ج ۵، ص۴۰؛ محی الدین بن شرف النووی، (م ۶۷۶ھ)، **المجموع شرح المھذب**، بیروت، دار الفکر، س، ن، ج ۹، ص ۱۹ و ابن قدامہ عبد اللہ بن احمد (م ۵۴۱ھ)، **المغنی والشرح الکبیر**، مصر، مطبعۃ المنار، ۱۳۴۸ھ، ج ۱۱، ص ۷۱

۱- عن خالد بن الوليد رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ. (۱۶)

حضرت خالد بن ولیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۲- عن جابر قال نهی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لحوم الحمر الاهلية والْخَيْلِ وَالْبِغَالِ. (۱۷)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں فقہاءِ شافعیہ اور حنابلہ کے بقول شارع نے جس جانور یا پرندے کا نام لے کر اسے مار دینے کا حکم دیا ہے جیسے کوا چیل بچھو چوہا وغیرہ یا جس کے مارنے سے منع کیا ہے مثلاً جیسے شہد کی مکھی ہدہد اور صُرَد وغیرہ وہ بھی زیر نظر اصول کی رو سے حرام قرار پائیں گے۔ (۱۸)

سنت سے اخذ کردہ دوسرا اصول (قاعدہ نمبر۴)

سنت سے اخذ کردہ دوسرا اصول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو حیوانات درندہ صفت ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ اس ضابطہ/اصول کو جمہور فقہاء یعنی حنفیہ (۱۹) شافعیہ، (۲۰) حنابلہ (۲۱) اور ظاہریہ (۲۲) نے اختیار کیا ہے اور اس کا اطلاق کرتے ہوئے کچلی سے شکار کرنے والے تمام جانوروں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ وحشی ہوں

۱۶- ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، (م ۲۷۵ھ)، السنن (سنن أبی داود)، بیروت، دار إحیاء التراث الاسلامی، ۱۴۲۱ھ، ص ۶۳۹، (بذیل: کتاب الاطعمة باب فی اکل لحوم الخیل، حدیث نمبر ۳۷۸۶)

۱۷- اس روایت کو ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، دیکھیے: المحلی، ج ۷، ص ۴۰۸

۱۸- المجموع شرح المهذب، ج ۹، ص ۱۸-۱۹؛ مطالب اولی النهی، ج ۶، ص ۳۳۱-۳۳۳ و المغنی و الشرح الکبیر، ج ۱۱، ص ۶۸

۱۹- ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبد العزیز (م ۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علی الدر المختار (المعروف بحاشية ابن عابدین)، بیروت، دار الفکر، ۲۰۰۰ء، ج ۶، ص ۳۰۴ و تبیین الحقائق، ج ۵، ص ۲۹۴

۲۰- المجموع للنووی، ج ۹ ص ۱۷؛ جلال الدین محمد بن احمد المحلی (م ۸۶۴ھ)، شرح المنهاج، مطبعة عامرة، ۱۲۹۴ھ، ج ۲، ص ۲۷۲؛ النووی، روضة الطالبین و عمدة المتقین، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ، ج ۳، ص ۲۷۱

۲۱- المغنی، ج ۱۱، ص۔ ۶۶

۲۲- المحلیٰ، ج ۷، ص ۳۹۸

جیسے شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ یا پالتو جیسے کتا وغیرہ۔ اس اصول کی تائید میں جمہور فقہاء نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱- عن ابی ثعلبة الخشنی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن اکل کل ذی ناب من السباع.[۲۳]

حضرت ابوثعلبہ الخشنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے کچلی والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۲- عن ابن عباس قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیر.[۲۴]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے کچلی والوں اور پرندوں میں سے پنجے والوں (کے کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

۳- عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :کل ذی ناب من السباع فاکله حرام.[۲۵]

۲۳- محمد بن اسماعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)، صحیح البخاری (الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله و سننه وایامه)، الریاض، دار السلام، ۱۴۱۷ھ، ص ۱۱۹۴، (بذیل: کتاب الذبائح والصید باب أکل کل ذی ناب من السباع، حدیث نمبر ۵۵۳۰)؛ مسلم بن الحجاج القشیری (م ۲۶۱)، صحیح مسلم، الریاض، دارالسلام، ۲۰۰۴ء، ص ۸۶۳، (بذیل: کتاب الصید و الذبائح باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر، حدیث نمبر ۱۹۳۲)؛ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ)؛ الجامع/السنن (سنن الترمذی)، دارالسلام، الریاض ۱۴۲۰ھ، ص ۳۵۹، (بذیل: کتاب الأطعمة باب ما جاء فی کراهیة کل ذی ناب و ذی مخلب، حدیث: ۱۴۷۹) و احمد بن شعیب بن علی النسائی (م ۳۰۳ھ)، السنن، الریاض دارالسلام، ۲۰۰۴ء، ص ۶۰۲، (بذیل: کتاب الصید و الذبائح باب تحریم اکل السباع، حدیث نمبر ۴۳۲۹)

۲۴- مسلم، ص ۸۶۴، (بذیل: کتاب الصید و الذبائح باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر، حدیث ۱۹۳۴)

۲۵- ایضاً، حدیث نمبر ۱۹۳۳؛ النسائی، ایضاً، حدیث نمبر ۴۳۲۹

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درندوں میں سے ہر کچلی والے کو کھانا حرام ہے۔

۴- عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم حرم كل ذی ناب من السباع.(۲۶)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے ہر کچلی والے (کے کھانے) کو حرام فرمایا ہے۔

۵- عن جابر قال حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يعنی يوم خيبر الحمر الانسية ولحوم البغال وكل ذی ناب من السباع وذی مخلب من الطير.(۲۷)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں اور خچروں کے گوشت اور درندوں میں سے ہر کچلی والے اور پرندوں میں سے ہر پنجہ والے (کے کھانے) کو حرام قرار دیا ہے۔

۶- عن المقدام بن معدی كرب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الا لا يحل ذوناب من السباع ولا الحمار الاهلی.(۲۸)

حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! کچلی والے درندے اور پالتو گدھے حلال نہیں ہیں۔

ان احادیث میں کچلی (Canine) سے شکار کرنے والے گوشت خور جانوروں کے لیے ذوناب من السباع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس لیے کہ کچلی کو عربی میں ناب کہتے ہیں جس کی جمع انیاب آتی ہے۔ یہ دانت رباعیہ دانتوں کے اطراف میں واقع ہوتے ہیں(۲۹) اور شکار کرنے یا چیر پھاڑ کرنے والے جانور

۲۶- الترمذی، ص ۳۵۹، (بذیل: كتاب الأطعمة باب ما جاء فی كراهية كل ذی ناب و ذی مخلب، حدیث ۱۴۷۹)

۲۷- ایضاً، حدیث نمبر ۱۴۷۸

۲۸- ابوداؤد، ص ۶۴۱، (بذیل: كتاب الأطعمة باب النهی عن أكل السباع، حدیث نمبر ۳۸۰۰)

۲۹- محمد بن مکرم بن منظور ابن منظور (م ۷۱۱ھ)، لسان العرب، بیروت، دار صادر، س ن، ج ۱، ص ۷۷۶ و المعجم الوسیط، مصر، مجمع اللغة العربية، س ن، ج ۲، ص ۹۶۶

جنہیں درندہ صفت یا گوشت خور جانور کہا جاتا ہے کو عربی میں سباع کہتے ہیں جو سبُع کی جمع ہے(ب کی پیش کے ساتھ۔[۳۰]

فقہاء کے نزدیک ذوناب من السباع سے مراد ہے وہ کچلی والے درندہ صفت جانور جو انسانوں یا دوسرے جانوروں پر اپنی کچلیوں کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں اور انہیں اپنا شکار بنا کر کھاتے ہیں مثلاً شیر بھیڑیا چیتا اور ان سے ملتے جلتے کچلی والے درندے اور کچلی والے وہ جانور جو اپنی کچلیوں سے شکار نہیں کرتے وہ اس میں شامل نہیں ہیں۔[۳۱]

اس کی ایک بہترین مثال کچلی والا ہرن بھی ہے۔ اس ہرن کی کچلیاں تو ہوتی ہیں مگر یہ ان کچلیوں سے شکار نہیں کرتا کیونکہ یہ شکاری جانور نہیں ہے۔[۳۲]

اسی طرح حدیث نمبر اور میں گوشت خور شکاری پرندوں کے لیے ذُو مِخْلَب کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ مِخْلَب کا لغوی معنی تو ناخن ہے خواہ یہ ناخن جانور کا ہو یا پرندے کا اور خواہ وہ جانور اور پرندہ اس ناخن سے شکار کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔[۳۳] جبکہ فقہی اصطلاح میں ذُومِخْلَب سے مراد صرف وہ شکاری یا وحشی پرندہ ہے جو اپنے ناخن سے شکار کرتا ہے یعنی پرندوں میں سے درندہ صفت پرندہ۔[۳۴] اس لیے مرغ چڑیا کبوتر اور اسی طرح کے وہ پرندے جو پنجے سے شکار نہیں کرتے انہیں (فقہی اصطلاح میں) ذومخلب قرار نہیں دیا جائے گا۔[۳۵]

۳۰- ایضاً، ج ۸،ص ۱۴۶؛ **المعجم الوسیط**، ج ۱ص ۴۱۴

۳۱- **رد المحتار علی الدر المختار**، ج ۱،ص ۲۲۳؛ **تبیین الحقائق**، ج ۵ ،ص ۲۹۴ و **المجموع**، ج ۹،ص ۱۳

۳۲- ہرن کی نسل میں بعض قسمیں ایسی ہیں جن کی کچلیاں ہوتی ہیں۔ مشک ہرن جس سے کستوری حاصل ہوتی ہے وہ بھی کچلی والا ہوتا ہے (دیکھیے T.J. Roberts, ***The Mammals of Pakisitan,*** London, Ernest Benn Limited,1977, PP 241, 243.)

۳۳- مجدالدین فیروزآبادی ، (م ۸۱۷ھ)، **القاموس المحیط**، مصر، دارالمامون، ۱۳۵۷ھ ، ج ۱،ص ۱۹۶ و ابن منظور ج ۱، ص ۳۶۳

۳۴- **تبیین الحقائق** ، ج ۵،ص ۲۹۴،علم حیوانات کی رو سے درندہ صفت پرندوں کو Predatory Birds (یعنی شکار کرنے والے پرندے) کہا جاتا ہے۔ (دیکھیے: **جامع اردو انسائیکلوپیڈیا**(حصہ سائنسی علوم)، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان،حکومتِ ہند، ۲۰۰۵ء، ج ٦،ص ۲۹٦)

۳۵- **المحلی**، ج ۷،ص ۴۰۵

درندہ صفت حیوانات کے بارے میں مالکی فقہاء کا موقف

زیر بحث اصول کے سلسلہ میں فقہاء مالکیہ کے ہاں تین طرح کے اقوال پائے جاتے ہیں:

۱- یہ سب مکروہ (تنزیہی) ہیں، جیسا کہ ابن القاسم نے امام مالکؒ سے یہی روایت کیا ہے اور یہی رائے مالکیہ میں مشہور ہے۔

۲- جو حملہ آور ہوتے ہیں مثلاً شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ یہ حرام ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے سباع مثلاً ریچھ لومڑ اور بجو وغیرہ مکروہ ہیں۔

۳- یہ سب حرام ہیں۔ (۳۶)

اگرچہ مالکیہ میں درندوں کے بارے میں اوپر مذکور تین آراء میں سے پہلی رائے زیادہ مشہور ہے مگر مالکیہ میں فقہاء کی ایک جماعت اس سلسلہ میں تیسری رائے سے اتفاق کرتی ہے۔ موطا سے بھی بظاہر اسی تیسری رائے کی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے کہ امام مالکؒ نے اس سلسلہ میں موطا میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع

یعنی درندوں میں سے تمام کچلی والوں کے کھانے کی حرمت کا بیان۔

اور اس کے تحت دو حدیثیں درج کی ہیں جن سے اس عنوان کی واضح طور پر تائید ہوتی ہے بلکہ ان احادیث کے نقل کرنے کے بعد امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ

وھو الأمر عندنا۔ (ہمارے ہاں بھی اسی پر عمل ہے۔)(۳۷)

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں امام مالک سے درندوں کے بارے میں دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ یہ حرام ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ مکروہ ہیں۔ اور پھر انہوں نے پہلے قول کو یہ کہتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے کہ

۳۶- محمد بن یوسف بن ابی القاسم، (م ۸۹۷ھ)، **التاج والإکلیل لمختصر خلیل**، بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۸ھ، ج ۳، ص ۲۳۵ ؛ محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی ، (م ۱۲۳۰ھ)، **حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر علی مختصر خلیل**، بیروت، دار الفکر، س ن، ج ۲، ص ۱۱۷ ؛ **القرطبی**، ج ۷، ص ۱۱۷ و محمد بن احمد بن محمد ابن رشد، (م ۵۹۵ھ)، **بدایۃ المجتھد**، مصر، **مطبعۃ الجمالیۃ**، ۲۹ ۱۳ھ/ بیروت، دار الفکر، س ن ، ج ۱، ص ۳۸۰

۳۷- مالک بن انس (م ۱۹۳ھ)، **الموطّأ**، المغرب، دار المنشور الآفاق الجدیدۃ، ۱۴۲۰ھ، ص ۴۴۲ (بذیل: **کتاب الصید باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع**، حدیث نمبر ۱۳-۱۴) واضح رہے کہ **الموطّأ** کے بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔

وھو الصحیح من قول علی ما فی الموطا.

یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ موطا میں اسی طرح ہے۔

نیز موصوف فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے موطا میں درندوں کی حرمت پر باب قائم کیا ہے پھر اس کے تحت ان کی حرمت کے بارے میں حدیث نقل کی ہے اور اس کے بعد یہ کہا ہے کہ اسی پر ہمارے ہاں عمل ہے۔ اس سے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ درندوں کی حرمت کی حدیث اور عمل اہل مدینہ میں یکسانیت ہے۔[۳۸]

تاہم جن مالکی فقہاء نے درندہ صفت حیوانات کو مباح رحلال قرار دیا ہے، انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے :

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [۳۹]

اے نبیﷺ ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھا لے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو چیزیں اس آیت میں شمار نہیں کی گئیں انہیں حرام قرار نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ امام قرطبیؒ اس سلسلہ میں ان مالکی فقہاء جنہوں نے اس آیت سے اپنی تائید کے لیے استدلال کیا ہے کا موقف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ولھذا قلنا ان لحوم السباع وسائر الحیوان ما سوی الانسان و الخنزیر مباح. [۴۰]

۳۸- تفسیر القرطبی، ج۷، ص ۱۱۷-۱۱۸

۳۹- سورہ الانعام : ۱۴۵

۴۰- تفسیر القرطبی، ج ۷، ص ۱۱۶

اسی لیے ہم (مالکی) کہتے ہیں کہ انسان اور خنزیر کے علاوہ باقی درندوں اور جانوروں کا گوشت مباح ہے۔

اور وہ بعض مالکی فقہاء جو درندوں کو مکروہ کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۵ میں درندوں کے گوشت کی حرمت کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس سے تو ان کی اباحت ثابت ہوتی ہے جبکہ بعض احادیث میں ان کی حرمت کا ذکر موجود ہے جس سے ان کی حرمت ثابت ہوتی ہے مگر سلف میں ان کی حرمت یا اباحت کے بارے میں چونکہ اختلاف تھا اس لیے درندوں کو حرام یا مباح کہنے کی بجائے مکروہ قرار دیا جائے گا۔[۴۱]

گزشتہ چار قاعدوں/اصولوں کی استثنائی حالتیں

گزشتہ سطور میں جو چار قاعدے/اصول بیان کیے گئے ہیں ان کی کچھ استثنائی حالتیں بھی ہیں۔ ایک استثنائی حالت اضطرار ہے جس کا ذکر قاعدہ نمبر ایک کے تحت مذکورہ آیات میں موجود ہے اور یہ ایک عمومی نوعیت کا استثناء ہے جس کا اطلاق ہر حرام چیز پر ہوتا ہے جبکہ اس کے علاوہ باقی تین قواعد میں بھی استثنائی صورتیں موجود ہیں جن کی تفصیل سے یہاں بغرض اختصار تعرض نہیں کیا جا سکتا البتہ اس سلسلہ میں بطور مثال ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحِلَّتْ لَكُمْ مَيْتَتَانِ وَ دَمَانِ فَاَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَ الطِّحَال.[۴۲]

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تمہارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ دو مردار یہ ہیں:
۱-مچھلی، ۲-ٹڈی اور دو خون یہ ہیں :۱-جگر، ۲-تلی۔

۴۱- ایضاً، ج ۷، ص ۱۱۹

۴۲- محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ (م ۲۷۵ھ)، السنن، (سنن ابن ماجہ)، بیروت، دار المعرفۃ، س ن، ج ۴، ص ۴۱۹، (بذیل: کتاب الاطعمۃ باب الکبد و الطحال، حدیث نمبر ۳۲۱۴) ؛ نیز ج ۳، ص ۳۷۰ (بذیل: کتاب الصید باب صَیدِ الْحِیتَانِ وَالْجَرَاد، حدیث نمبر ۳۲۱۸) و احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، المسند (مسند احمد)، بیروت، المکتب الاسلامی، س ن ، ج ۲، ص ۹۷

مردار اور خون قاعدہ نمبر ایک کے تحت حرام ہیں مگر اس حدیث میں مذکورہ چار چیزوں کو اس حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ٹڈی قاعدہ نمبر چار کے تحت زندہ حالت میں بھی حرام ہونی چاہیے تھی مگر فقہاء مذکورہ حدیث ہی کی روشنی میں اسے زندہ اور مردہ ہر دوصورت بالاتفاق حلال قرار دیتے ہیں۔

زیر بحث موضوع پر زووالوجی کی روشنی میں چند جدید مباحث

گزشتہ سطور حیوانات کی حلت و حرمت پر فقہاء کی اصولی بحث پر مشتمل تھیں اور اس ضمن میں چار بنیادی قواعد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب یہاں ان چاروں فقہی قاعدوں اصولوں کے اطلاقات میں جدید سائنس بالخصوص زووالوجی کی روشنی میں کچھ مسائل کو اہل علم کی توجہ کے لیے زیر بحث لایا جا رہا ہے۔

۱-وہ حیوانات جن کے درندہ صفت ہونے میں اختلاف ہے

بندر

جمہور فقہاء(۴۳) یعنی حنفیہ شافعیہ حنابلہ اور ظاہریہ(۴۴) کے نزدیک بندر حرام ہے اور اس کی حرمت کے سلسلہ میں یہ فقہاء درج ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں :

۱- امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بندر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔(۴۵)(یعنی گزشتہ مذکور اصولوں میں سے نمبر تین سے استدلال)

۲- یہ درندہ صفت جانور ہے لہٰذا ذوناب من السباع کی حرمت سے متعلقہ احادیث کی بنیاد پر یہ حرام ہے۔(۴۶) (یعنی گزشتہ مذکور اصولوں میں سے نمبر چار سے استدلال)

۳- یہ خبیث جانوروں میں سے ہے کیونکہ بعض قوموں کو عذاب دینے کے لیے انہیں مسخ کر کے بندروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔(۴۷)(یعنی گزشتہ مذکور اصولوں میں سے نمبر دو سے استدلال)

فقہاء مالکیہ کے ہاں بندر کی حلت وحرمت کے بارے میں چار اقوال ہیں:

۴۳- بدائع الصنائع، ج ۵،ص ۳۷ ؛ المجموع، ج ۹، ص ۱۷والمغنی والشرح الکبیر، ج ۱۱،ص ۶۷

۴۴- المحلیٰ، ج ۷،ص ۴۳۰

۴۵- المغنی، ج ۱۱،ص ۶۷

۴۶- بدائع الصنائع، ج ۵،ص ۳۷؛ المغنی، ج ۱۱،ص ۶۷ و المجموع ، ج ۹،ص ۱۷

۴۷- المحلیٰ، ج ۷،ص ۴۳۰

۱- یہ حرام ہے۔

۲- یہ مکروہ ہے۔

۳- یہ مباح ہے۔

۴- اگر یہ گھاس وغیرہ کھاتا ہے تو مباح ورنہ مکروہ ہے۔[۴۸]

یعنی بندر کے بارے میں مالکیہ میں ایک رائے اس کی حرمت کی موجود ہے تاہم درندوں کے بارے میں فقہ مالکی میں عمومی رائے چونکہ حرمت کی نہیں ہے اس لیے ابن الحاجب[۴۹] نے اس سلسلہ میں اباحت کے قول کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ دسوقی نے اس کے مکروہ ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔[۵۰]

مالکیہ میں سے جن فقہاء نے اسے مکروہ کہا ہے انہوں نے سورۃ الانعام کی آیت۱۴۵ سے استدلال کیا ہے جیسا کہ دسوقی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ

> جس نے بندر کے مکروہ ہونے کی رائے اختیار کی ہے اس نے اس پر اس آیت:(قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ...... الآیة) کے عموم سے استدلال کیا ہے اور اس کے ساتھ علماء کے اس مسئلہ میں اختلاف کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ آیت تو اس کی عدم حرمت پر دلالت کرتی ہے جبکہ علماء کا اس کی عدم حرمت سے اختلاف اس بات کا مقتضی ہے کہ اسے مکروہ شمار کیا جائے۔[۵۱]

۴۸- حاشیة الدسوقی، ج ۲،ص ۱۱۷-۱۱۹

۴۹- ابن الحاجب (عثمان بن عمر بن ابی بکر) چھٹی و ساتویں صدی ہجری (۵۷۰-۶۴۶ھ) کے مشہور مالکی فقیہ اور بڑے عربی دان تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے نحو میں الکافیہ اور صرف میں الشافیہ نہایت مشہور ہیں۔ (الزرکلی، ج ۴،ص ۲۱۱)

۵۰- حاشیة الدسوقی ،ج ۲،ص۱۱۷-۱۱۹

۵۱- ایضاً،ص ۱۱۸، واضح رہے کہ حضرت عائشہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت سعید بن جبیرؒ اور شعبیؒ کے حوالے سے یہ منقول ہے کہ ان کے نزدیک ذوناب من السباع (یعنی کچلی سے شکار کرنے والے جانور) حرام نہیں بلکہ مباح ہیں۔ (دیکھیے: المغنی، ج ۱۱،ص ٦٦ و تفسیر القرطبی، ج ۷،ص ۱۱۷)

کیا بندر درندہ صفت جانور ہے؟

علم حیوانات میں بندر کو درندوں میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اسے Primates میں شمار کیا جاتا ہے یعنی وہ حیوانات جن کے ہاتھ انسانوں کی طرح ہوتے ہیں اور وہ اپنے انگوٹھے اور باقی انگلیوں کی مدد سے کوئی بھی چیز انسانوں کی طرح پکڑ سکتے ہیں اور ان کی خوراک نباتات وغیرہ ہوتی ہے اور یہ گوشت خور نہیں ہوتے۔[۵۲] اس لیے (مالکیوں کے علاوہ دیگر) فقہاء کا اس جانور کو درندوں میں شمار کرنا قابل غور ہے۔

اس کے علاوہ امام شعبی کے حوالے سے جو حدیث بیان کی گئی ہے اسے ابن قدامہ نے المغنی میں نقل کیا ہے مگر کتب حدیث میں تلاش بسیار کے باوجود اس روایت کا کوئی سراغ نہیں مل سکا اور نہ ہی ابن قدامہ کے علاوہ فقہاء نے اسے استدلال کے لیے پیش کیا ہے ورنہ اس بنیاد پر اسے قاعدہ نمبر تین کے تحت شمار کر کے اس کی حرمت پر ایک قوی رائے قائم کی جا سکتی تھی۔

تیسری دلیل کہ یہ اس لیے خبیث ہے کہ بعض قوموں کو عذاب دینے کے لیے انہیں مسخ کر کے بندروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا بھی کمزور معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ بعض فقہاء کے نزدیک بعض قوموں کو مسخ کر کے گوہ کی شکل میں بھی بدلا گیا تھا مگر گوہ بہت سے فقہاء کے نزدیک حلال ہے[۵۳] اور اس کے ساتھ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ کئی ایک فقہاء حلت و حرمت کے مسئلہ میں خبیث ہونے کے قاعدہ سے اتفاق نہیں کرتے۔ اور جو اس قاعدہ کی اصولی حیثیت کو مانتے ہیں وہ کئی جانوروں پر اس کے اطلاق میں باہم مختلف رائے رکھتے ہیں یعنی ایک جانور بعض فقہاء کے نزدیک خبیث قرار دیا جاتا ہے تو بعض اسے ہی طیب قرار دے رہے ہوتے ہیں۔

ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ یہ چونکہ انسانوں کے بہت قریب ہے لہٰذا انسانوں کے ساتھ اس کی مشابہت کا احترام کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا جائے۔ لیکن اس دلیل کی حیثیت احتیاط اور تقویٰ کی معلوم ہوتی ہے نا کہ فتویٰ کی۔ یہ سطور لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ بندر کے بارے میں فقہاء اہل سنت کے ہاں جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے اسے علم حیوانات کی روشنی میں بھی دیکھنا چاہیے تا کہ کسی ایک فقہی رائے کو ترجیح دینے میں مدد مل سکے۔

۵۲- T.J. Roberts, pp 85-90

۵۳- حاشیۃ الدسوقی، ج ۲، ص ۱۳۷؛ المجموع، ج ۹، ص ۱۲؛ المغنی، ج ۱۱، ص ۸۱ و بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۳۷

ریچھ (Bear) اور پانڈہ (Ailuropoda)

جمہور فقہاء مثلاً حنفیہ، [۵۴] شافعیہ [۵۵] کے نزدیک ریچھ ایک درندہ صفت حیوان ہے اور درندہ ہونے کی وجہ سے قاعدہ اصول نمبر چار کے تحت انہوں نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور امام احمد سے بھی ایک رائے جسے زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے کے مطابق یہ درندوں میں سے ہے اس لیے حرام ہے۔ حنابلہ کی اکثریت کی یہی رائے ہے۔[۵۶]

لیکن بعض فقہاء حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ اگر ریچھ کچلی والا جانور ہے اور کچلی سے شکار بھی کرتا ہے تو پھر یہ حرام ہے اور اگر یہ اپنی کچلی سے شکار نہیں کرتا تو پھر یہ حلال ہے۔ اس لیے کہ پھر اس کی حرمت کی کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی اور مسکوت عنہ (جس مسئلہ میں شریعت خاموش ہو) میں اصل اباحت ہے۔[۵۷]

اگر زوو الوجی سے مدد لی جائے تو اس مسئلہ میں جمہور کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ ریچھ درندہ صفت جانور ہے۔ سائنسی طور پر بھی اسے درندہ صفت جانوروں (Carnivoras) میں شمار کیا جاتا ہے۔[۵۸] لہٰذا حنابلہ میں سے جن فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ حلال ہے ان کی بات کمزور ہے۔ اس لیے بھی کہ خود امام احمدؒ سے صحیح رائے کے مطابق اس کے درندہ ہونے کا ثبوت مروی ہے۔ اور حنابلہ کی اکثریت اسی پر ہے کہ یہ درندہ ہے اور حرام ہے۔[۵۹]

پانڈے کے بارے میں مقالہ نگار کو فقہی ادب میں کوئی رائے نہیں ملی تاہم اجتہاد کا تقاضا یہ ہے کہ

۵۴- بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۳۹

۵۵- المجموع، ج ۹، ص ۱۲ و شرح المنهاج، ج ۲، ص ۲۷۲

۵۶- علاؤ الدین علی بن سلیمان المرداوی (م ۸۸۵ھ)، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف علی مذهب الامام احمد بن حنبل، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ، ج ۱۰، ص ۲٦۷

۵۷- المغنی، ج ۱۱، ص ٦۸

۵۸- اسے درندوں (Carnivoras) کے Ursidae خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ (دیکھیے: T.J. Roberts, P 107 Don E. Wilson & Dee Ann M. Reeder ***Mammal Species of the Wolrd,*** Washington and London, Smithsonian Institution Press, 1993, p 336)

۵۹- الإنصاف، ج ۱۰، ص ۲٦۷

ریچھ پر قیاس کرتے ہوئے پانڈے کو بھی حرام قرار دیا جائے کیونکہ وہ بھی درندوں کے اسی خاندان سے ہے جس سے ریچھ کا تعلق ہے اور اس میں بھی وہی صفات پائی جاتی ہیں جو ریچھ میں پائی جاتی ہیں۔[٦٠] اس لیے قاعدہ نمبر چار کا اس پر اطلاق ہونا چاہیے۔

ہاتھی

جمہور فقہاء مثلاً حنفیہ شافعیہ اور حنابلہ[٦١] کے نزدیک ہاتھی حرام ہے جبکہ فقہاء مالکیہ و ظاہریہ کے نزدیک یہ حلال ہے جیسا کہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ

ولو امکنت ذکاۃ الفیل لحل اکلہ.[٦٢]

اگر ہاتھی کو ذبح کر لینا ممکن ہو جائے تو اسے کھانا بھی حلال ہے۔

ہاتھی کو حرام قرار دینے والے فقہاء اس سلسلہ میں درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

١- یہ درندہ صفت جانور ہے اور تمام درندوں کو حدیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔[٦٣] (یعنی قاعدہ اصول نمبر چار کے زیر اطلاق یہ حرام ہے)۔ مگر اس دلیل پر فقہاء ظاہریہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہاتھی درندہ نہیں ہے۔[٦۴] اس لیے اس پر قاعدہ نمبر چار کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

٢- ہاتھی کی حرمت کے بارے میں ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ ان امتوں میں سے ہے جن کی شکلیں مسخ کی گئی تھیں لہٰذا یہ حرام ہے۔[٦٥] (یعنی قاعدہ اصول نمبر دو کے زیر اطلاق خبیث ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے)

٦٠- (دیکھیے: Don E. Wilson & Dee Ann M. Reeder' p336) واضح رہے کہ پانڈے کے لیے سائنسی نام Ailuropoda استعمال کیا جاتا ہے۔ (ایضاً)

٦١- **بدائع الصنائع**، ج ۵، ص ٣٧ ؛ **تبیین الحقائق**، ج ۵، ص ٢٩۵ ؛ **المجموع**، ج ٩، ص ١٧ و **المغنی**، ج ١١، ص ٦٧، ج ١٠، ص ٣۵٦

٦٢- **المحلیٰ**، ج ٧، ص ۴٠٣

٦٣- **بدایۃ المجتہد**، ج ١، ص ٣٧٨، بعض فقہاء نے اس کے درندہ ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ اس کی کچلیاں ہوتی ہیں بلکہ تمام جانوروں سے بڑی کچلیاں اسی کی ہوتی ہیں۔ (دیکھیے: **المغنی**، ج ١١، ص ٦٧)

٦۴- **المحلیٰ**، ج ٧، ص ۴٠٣

٦۵- **المغنی**، ج ١١، ص ٦٧

اس دلیل پر یہ اعتراض لاحق ہوتا ہے کہ ہاتھی کے ممسوخ ہونے کی بات کسی حدیث میں بیان نہیں کی گئی۔ جو اسے ممسوخ کہتے ہیں وہ اس کی تائید میں صرف حسن بصری کا ایک قول ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ امام کاسانی نے تو اس کے ممسوخ ہونے کی بات صیغہ تمریض (یعنی قیل) کے ساتھ کی ہے۔[۶۶]

علاوہ ازیں اس دلیل پر یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ مسخ شدہ امتوں کی نسل آگے نہیں بڑھتی جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بندر اور خنزیر کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہیں مسخ کیا گیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا :جس قوم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں یا عذاب (مسخ) کریں تو پھر ان کی نسل آگے نہیں بڑھتی۔ جبکہ بندر اور خنزیر تو ان ممسوخ لوگوں سے پہلے سے موجود ہیں۔[۶۷]

۳- ہاتھی کی حرمت کی تیسری دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ یہ خبیث جانور ہے اور سورۃ الاعراف کی آیت (وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِث) کے عموم میں شامل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔[۶۸] مگر یہ خبیث کس بنیاد پر ہے یہ نہیں بتایا گیا غالباً کسی امت کے ہاتھی کی شکل میں مسخ ہونے کا قول اس کے خبیث ہونے کا قرینہ شمار کیا گیا ہے۔(یعنی یہاں بھی قاعدہ/ اصول نمبر دو کا اطلاق کیا گیا ہے۔

دوسری طرف ہاتھی کو حلال قرار دینے والے فقہاء نے اس سلسلہ میں دو طرح کے دلائل پیش کیے ہیں:

۱- ہاتھی کی حلت کے بارے میں ایک دلیل جسے ابن حزم نے پیش کیا ہے یہ ہے کہ یہ نہ تو درندہ ہے اور نہ اس کی حرمت کی کوئی نص موجود ہے اس لیے یہ حلال ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔[۶۹](یعنی ان کے بقول حرمت کے چاروں بنیادی اصولوں میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا)۔

۲- اس سلسلہ میں دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ محرمات وہی ہیں جو سورۃ الانعام کی آیت میں ذکر کیے گئے ہیں ان کے علاوہ چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا ہاتھی کو بھی حرام قرار نہیں دیا جا

۶۶- بدائع الصنائع، ج ۵،ص ۳۷

۶۷- مسلم، کتاب القدر باب بیان ان الآجال والارزاق وغیرھا لا تزید ولا تنقص عما سبق به القدر،ص ۱۱۶۰، حدیث نمبر۲۶۶۳) و احمد، ج ۱،ص ۳۹۰

۶۸- المغنی، ج ۱۱،ص ۶۷

۶۹- المحلیٰ، ج ۷،ص ۴۰۳

سکتا کیونکہ اسے قرآن کی آیت محرمات میں شامل نہیں کیا گیا۔[۷۰]

زیر نظر مسئلہ میں جمہور فقہاء نے ہاتھی کی حرمت پر قاعدہ نمبر دو اور قاعدہ نمبر چار کے تحت تین دلائل پیش کیے ہیں جن میں سے قاعدہ نمبر دو کے تحت بیان کیے گئے دلائل کمزور معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے اور قاعدہ نمبر چار کے تحت یہی دلیل باقی رہ جاتی ہے کہ یہ درندہ ہے اور درندوں کو احادیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اسے حلال قرار دینے والوں کی بنیادی دلیل اس کے برعکس یہ ہے کہ یہ درندہ نہیں ہے اس لیے قاعدہ نمبر چار کا اس پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

گویا اس مسئلہ میں دونوں طرف سے بنیادی دلیل اس کے درندہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہے۔ اس سلسلہ میں اگر زووالوجی سے مدد لیں تو ظاہری فقہاء جو ہاتھی کو درندہ تسلیم نہیں کرتے ان کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ علم حیوانات میں بھی ہاتھی کو درندوں میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اسے ممالیہ جانوروں کی اس قسم میں شمار کیا جاتا ہے جسے Herbivorous یعنی سبزی خور کہا جاتا ہے۔[۷۱] گھر والے دوسرے جانور مثلاً گھوڑا اور گدھا وغیرہ بھی اسی قسم میں شمار ہوتے ہیں اور ظاہر ہے انہیں کوئی بھی درندہ تسلیم نہیں کرتا۔

یربوع / جربوع / گلہری (Jecculus/Jerboa/Pika)

یربوع جسے عامۃ الناس جربوع پڑھتے ہیں اور اردو میں اسے گلہری بھی کہا جاتا ہے۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہ حرام حیوانات میں شمار کیا جاتا ہے اور انہوں نے اسے چوہے کی مانند قرار دیا ہے۔[۷۲] لیکن یہ

۷۰- بدایۃ المجتهد، ج ۱، ص ۳۸۷ و تفسیر القرطبی، ج ۷، ص ۱۱۶، مگر اس آیت سے یہ استدلال امام قرطبی کے بقول بھی نہایت کمزور ہے

۷۱- علم حیوانات میں ہاتھی کو متفقہ طور پر Herbivora یعنی سبزی خور جانوروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ وہ جانور ہیں جو اکثر و بیشتر نباتات کھاتے ہیں۔ ان کی کئی اقسام ہیں جن میں سے ہاتھی کا تعلق جس قسم (Order) سے ہے اسے Proboscidea کہا جاتا ہے۔ ایک قسم جسے Artiodactyla کہا جاتا ہے ان میں بھیڑ بکریاں اور ہرن وغیرہ شامل ہیں (دیکھیے: Don E. Wilson & Dee Ann M. Reeder, P. 367-377; Webster's Revised Unabridged Dictionary, Word: Herbivora.)۔ گویا سبزی خور ہونے کے بعد ہاتھی کا تعلق ہرن اور بکریوں وغیرہ سے بھی قریب تر ہے جو اس کے حلال ہونے کا ایک مزید قرینہ یا تائیدی ثبوت ہے

۷۲- رد المحتار علی الدر المختار، ج ۶، ص ۳۰۶

چوہے کی مانند نہیں بلکہ چوہے ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔

فقہاء شافعیہ اور مالکیہ (۷۳) کے ہاں اسے حلال قرار دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حنابلہ کے ہاں بھی زیادہ صحیح قول اس بارے میں یہی مانا جاتا ہے کہ یہ حلال ہے تاہم امام احمد سے ایک روایت اس کی حرمت کے بارے میں بھی منقول ہے۔ (۷۴)

جربوع کو حرام قرار دینے والوں نے اپنے موقف کی تائید میں بنیادی طور پر درج ذیل دو دلائل پیش کیے ہیں :

۱- یہ درندوں میں سے ہے اس لیے حرام ہے۔ (۷۵) (یعنی قاعدہ نمبر چار کا اطلاق کیا گیا ہے)

۲- بعض حنبلی فقہاء اس کی حرمت کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ چوہے کے مشابہ ہے اور چوہا چونکہ حرام ہے لہٰذا اسے بھی حرام قرار دیا جائے گا۔ (۷۶) (یعنی قاعدہ نمبر تین کے پیش نظر یہ حرام ہے)

دوسری طرف جربوع کو حلال قرار دینے والوں نے اپنے موقف کی تائید میں درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

۱- اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (۷۷) گویا ان فقہاء کے نزدیک یہ درندوں میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس کی چوہے سے محض مشابہت کو بھی معتبر تسلیم نہیں کیا۔

۲- اگر کوئی حالت احرام میں یربوع کو مارے تو حضرت عمرؓ نے اس کے لیے فدیہ میں بکری کا چھوٹا بچہ (یعنی جَفْرَة) (۷۸) واجب قرار دیا تھا۔ (۷۹)

زیر نظر مسئلہ کا اگر تجزیہ کیا جائے تو فقہاءِ حنفیہ کا موقف اس بارے میں راجح معلوم ہوتا ہے مگر اس

۷۳- المجموع، ج ۹، ص ۱۱، و حاشیة الدسوقی، ج ۲، ۱۱۷-۱۸۰

۷۴- الانصاف، ج ۱۰، ص ۲۷۱ و المغنی، ج ۱۱، ص ۷۰

۷۵- رد المحتار علی الدر المختار، ج ۶، ص ۳۰۶ وعلماء الہند، الفتاویٰ الهندية، القاهرة، مطبعة العامرة، ۱۲۷۲ھ، ج ۵، ص ۲۵۵

۷۶- المغنی، ج ۱۱، ص ۷۰

۷۷- ایضاً

۷۸- روایات میں جَفْرَة کا لفظ ہے جو اہل لغت کے ہاں بکری کے چار یا پانچ ماہ کے بچے کے لیے بولا جاتا ہے۔ (دیکھیے: لسان العرب، ج ۴، ص ۱۴۲)

۷۹- المغنی، ج ۱۱، ص ۷۰

لیے نہیں کہ یہ درندوں میں سے ہے کیونکہ فقہاء حنفیہ کا اسے درندوں میں شمار کرنے کا دعویٰ (سائنسی نقطہ نظر سے) محل نظر دکھائی دیتا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس کے درندہ ہونے پر فقہاء کی طرف سے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی گئی۔ اور دوسرا اس لیے کہ علم حیوانات میں بھی اسے درندوں میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اسے Rodentia قسم (Order) کے جانوروں کے اس خاندان میں شمار کیا جاتا ہے جنہیں Dipodidae کہا جاتا ہے۔ اس خاندان میں پائے جانے والے حیوانات بنیادی طور پر چوہے ہوتے ہیں جیسے Birch Mice (Mouse)' Jerboas ہیں۔[۸۰]

گویا یربوع / جربوع چوہا ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور اس کی حرمت پر قاعدہ نمبر تین کا اطلاق درست ہے۔

۲- پرندوں سے متعلقہ کچھ مثالیں

درندہ صفت حیوانات کی کچھ مثالیں گزشتہ سطور میں ذکر کی گئی ہیں یہاں پرندوں کے حوالے سے ایک دو مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔[۸۱]

اُلّو

جمہور فقہاء قاعدہ/اصول نمبر چار کے تحت تمام شکاری پرندوں کو حرام قرار دیتے ہیں البتہ اس قاعدہ کے اطلاق میں بعض فقہاء نے اُلّو کو شکاری پرندوں میں شمار نہیں کیا اور اس بنیاد پر اسے حرمت سے خارج کر دیا ہے[۸۲] مگر علم حیوانات کی رو سے یہ بھی درندہ صفت پرندوں (Predatory Birds) میں سے ہے اور جس حیوانی گروپ (Order) سے یہ تعلق رکھتا ہے اسے Strigi formes کہا جاتا ہے۔[۸۳] اس لیے

۸۰- T.J. Roberts, P. 236-242.

۸۱- اس سلسلہ میں تفصیلات کے لیے دیکھیے مقالہ نگار کا ایک مضمون: ''حلال اور حرام پرندے'' در: مجلّہ، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، ۲۰۰۹ء

۸۲- رد المحتار علی الدر المختار، ج ۶، ص ۳۰۶ و الموسوعة الفقهية الكويتية، الكويت، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامية، ۱۴۲۷ھ، ج ۵، ص ۱۳۷

۸۳- ***Grizmek's Animal Life Encyclopedia,*** New York, Gale Group, 2003, Vol 9, P 331.۔

واضح رہے کہ جامع اردو انسائیکلوپیڈیا (حصہ سائنسی علوم) میں اُلو کو درندہ تو شمار کیا گیا ہے مگر اس کے گروپ کا نام Raveners بتایا گیا ہے مگر درست وہی ہے جو Grizmek میں ہے۔ اس لیے کہ موخر الذکر مصدر زیادہ مستند ہے۔

اسے بھی قاعدہ نمبر چار کے تحت حرام قرار دیا جانا چاہیے۔

طوطا اور مور

طوطا اور مور شوافع[۸۴] کے ہاں قاعدہ اصول نمبر دو کے تحت حرام حیوانات کی قبیل سے ہیں اس بنیاد پر کہ یہ گندی خوراک کھاتے ہیں اور خبیث ہیں۔ لیکن فقہاء حنابلہ[۸۵] چونکہ اس قاعدے کا مذکورہ پرندوں پر اطلاق نہ کرتے ہوئے فقہاء شافعیہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے اس لیے وہ ان دونوں کو حلال کہتے ہیں۔ اگر یہاں علم حیوانات سے مدد لی جائے تو حنابلہ کی بات قوی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ طوطا پھل بیج اور سبزیاں وغیرہ کھانے والا پرندہ ہے۔[۸۶]

اسی طرح علم حیوانات میں مور اور مرغی کو ایک ہی گروپ میں رکھا جاتا ہے[۸۷] اور مور کی غذا تقریباً وہی ہے جو مرغی کی ہوتی ہے۔[۸۸] اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بارے میں وہی حکم ہونا چاہیے جو مرغی کے بارے میں ہے اور مرغی کو چونکہ یہ فقہاء حرام نہیں کہتے اس لیے مور بھی حرام نہیں قرار دیا جا سکتا۔

مُتَوَلَّدَات (Hybrid)

مُتَوَلَّدَات سے مراد وہ حیوانات ہیں جو دو طرح کے حیوانات کے ملاپ سے پیدا ہوں۔ ان کی فقہی اعتبار سے درج ذیل تین قسمیں ہوسکتی ہیں یعنی:

۱- ایک صورت یہ کہ دونوں حیوان حلال ہوں۔ ایسی صورت میں متولد بھی بالاتفاق حلال ہے۔

۲- دونوں حیوان حرام یا مکروہ تحریمی کے حکم میں ہوں تو ایسی صوت میں متولد بھی بالاتفاق حرام یا مکروہ تحریمی ہو گا۔

۸۴- المجموع، ج ۹، ص ۱۸-۱۹

۸۵- مطالب اولی النھی، ج ۶، ص ۳۳۱-۳۳۳

۸۶- دیکھیے: T.J. Roberts, ***The Birds of Pakistan,*** Oxford, Oxford University Press, 1919: Vol 1, P 435 ; ***Grzimek's Animal Life Encyclopedia,*** Vol 9, P 275

۸۷- دیکھیے: امین معلوف امین (باشا) بن فہد بن اسعد (م ۱۳۶۲ھ) معجم الحیوان، القاہرہ، ھدیۃ المقتطف، ۱۹۳۲ء، ص ۱۸۵؛ ***Grzimek's Animal Life Encyclopedia,*** Vol 8, P 399

۸۸- دیکھیے: ***The Birds of Pakisitan,*** Vol 1, P 247

۳- اگر ایک حرام یا مکروہ تحریمی کی قبیل سے ہو اور دوسرا مباح یا مکروہ تنزیہی ہو تو اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

فقہاء حنفیہ کے نزدیک مذکورہ بالا تیسری قسم سے تعلق رکھنے والے جانوروں میں قاعدہ یہ ہے کہ ماں کی تبعیت کا اعتبار کیا جائے گا مثلاً خچر کو ماں کے تابع قرار دیا جائے گا یعنی اگر خچر کی ماں گدھی ہو تو پھر خچر مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس کی ماں گھوڑی ہو تو پھر اس کے بارے میں وہی حکم ہے جو فقہاء حنفیہ میں گھوڑے کے بارے میں ہے یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ مکروہ تحریمی شمار ہو گا اور صاحبین کے نزدیک مباح۔ [۸۹]

فقہاء مالکیہ بھی ماں کی تبعیت کے قاعدے کو مانتے ہیں مگر جزوی اختلاف کے ساتھ۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایسا متولد ماں کے حلال ہونے کے باوجود صرف اس صورت میں حلال ہو گا جب وہ کسی حرام جانور کے مشابہ نہ ہو مثلاً اگر بکری کا متولد خنزیر کے مشابہ ہو تو پھر وہاں مذکورہ قاعدہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر گدھی بکری کو جنم دے تو وہ بکری حرام قرار پائے گی کیونکہ ماں (یعنی گدھی) حرام ہے البتہ اس بکری کی آئندہ نسل پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہو گا۔ کیونکہ جب بکری آگے جنم دے گی تو پھر ماں چونکہ بکری ہو گی اس لیے مذکورہ قاعدہ کی رو سے اس کا متولد حلال شمار ہو گا۔ [۹۰]

اس تیسری قسم سے تعلق رکھنے والے حیوانات کے بارے فقہاء شافعیہ [۹۱] اور حنابلہ [۹۲] کہتے کہ وہ حرام ہیں۔ اس لیے کہ اس سلسلہ میں اَخَسُّ الاَصْلَین (یعنی متولد کے ماں باپ میں سے جو حرمت یا کراہت کے زیادہ قریب ہو) کا اعتبار کیا جائے گا یعنی جن دو جانوروں کے ملاپ سے ایک جانور پیدا ہوا

۸۹- ردالمحتار علی الدرالمختار، ج ٦، ص ۳۰۵ و تبیین الحقائق، ج ۵، ص ۲۵۹

۹۰- ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی، (م ۴۷۴ھ)، المنتقیٰ شرح موطأ، مصر مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۳۲ھ ؛ حاشیۃ الدسوقی، ج ۲، ص ۱۳۷؛ بدایۃ المجتہد، ج ۱، ص ۳۸۱؛ محمد بن عبد اللہ الخرشی (م ۱۱۰۱ھ)؛ شرح الخرشی علی مختصر خلیل، بیروت، دار الفکر س ن، ج ۳، ص ۲۵ و الموسوعۃ الفقھیۃ ، ج ۵، ص ۱۴۵، واضح رہے کہ خچر کے بارے میں مالکیوں کے دو قول ہیں۔ معتبر قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ (ایضاً)

۹۱- محمد بن احمد بن حمزہ بن شہاب الدین احمد رملی (م ۱۰۰۴ھ)، نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۴ھ، ج ۸، ص ۱۵۳ و المجموع شرح المھذب، ج ۹، ص ۸

۹۲- ابن قدامہ عبد اللہ بن احمد (م ۵۴۱ھ)، المقنع فی فقہ امام السنۃ احمد بن حنبل وحاشیتہ، المطبعۃ السلفیۃ ومکتبتھا م س ن ؛ ج ۳، ص ۵۲۷ و المغنی، ج ۱۱، ص ٦٦

ہے ان دونوں میں سے جو حرام ہو گا وہی حکم متولد کا ہو گا۔ اور اس کی بنیاد یہ قاعدہ ہے کہ جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حرام کو معتبر قرار دیا جائے۔ چنانچہ ان فقہاء کے نزدیک گدھا چونکہ حرام ہے اس لیے خچر بھی ہر صورت میں حرام ہے۔

فقہاء ظاہریہ کے ہاں خچر حلال ہے اس لیے کہ یہ گدھا نہیں ہے اور شریعت میں حرمت صرف گدھے کی کی گئی ہے نہ کہ خچر کی۔[۹۳]

تجزیہ

علم حیوانات کی رو سے اگر دیکھا جائے تو متولد صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ملاپ کرنے والے دونوں حیوان نہایت قریبی تعلق رکھتے ہوں یعنی ایک Genus کے اندر جو Species ہیں ان کے باہمی ملاپ سے متولد ممکن ہے لیکن مختلف Genus یا مختلف Familes یا مختلف Orders سے تعلق رکھنے والے حیوانات میں متولد ممکن نہیں ہے۔[۹۴]

اس لیے بعض فقہاء نے اس سلسلہ میں جو مثالیں دی ہیں جدید علم حیوانات اس سے اتفاق نہیں کرتی مثلاً مالکیوں کی یہ مثال کہ گدھی بکری کو جنم دے یا بکری خنزیر کے مشابہ بچہ جنم دے۔ جدید علم حیوانات کی رو سے یہ چونکہ ایک ہی Genus کی Species نہیں ہیں اس لیے ان کا متولد ناممکن ہے۔

اسی طرح الفتاویٰ الہندیۃ[۹۵] میں بکری اور کتے کے ملاپ سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں بھی فرضیہ قائم کیا گیا ہے جو جدید علم حیوانات کی رو سے محل اعتراض قرار پاتا ہے۔

لیکن متولد کے سلسلہ میں فقہاء کی پیش کردہ بعض مثالوں پر جدید علم الحیوانات کے اعتراضات کی روشنی میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے پہلے چند باتیں مدنظر رکھنا ضروری ہے:

۱- ایک تو یہ کہ جس طرح فقہی مباحث حرف آخر نہیں اسی طرح سائنسی تحقیقات بھی حرف آخر نہیں۔ ممکن ہے سائنسدان کل کو ایسی بھی کوئی صورت پیدا کر دکھائیں جن سے فقہاء کی مذکورہ بات قابل اعتراض نہ رہے۔

۹۳- المحلیٰ، ج ۷، ص ۴۰۹، علاوہ ازیں خچر کی حلت کا قول حسن بصری سے بھی منقول ہے، (دیکھیے: المجموع، ج ۹، ص ۸)

۹۴- William T. Keeton, ***Biological Science,*** New York, 1980, P. 9

۹۵- الفتاویٰ الهندیة، ج ۵، ص ۲۵۶

۲- دوسری بات یہ ہے کہ فقہاء بالخصوص فقہاء حنفیہ پیشگی مسائل (فقہ تقدیری) پر غور وخوض کرنے اور فقہی آراء قائم کرنے کو ایک دینی ذمہ داری اور سماجی ضرورت سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے مختلف ادوار میں جس حد تک سوچا اس پر رائے قائم کی۔ اس لیے ان فقہاء کو موردطعن بنانا زیادتی کی بات ہے۔

۳- تیسری بات یہ کہ حلال اور حرام جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانوروں کے بارے میں فقہی رائے قائم کرنا بلاشبہ عین دینی ضرورت تھی اس لیے خچر کی مثال تو ان کے سامنے موجود ہی تھی، اسی پر قیاس کرتے اور اپنے تلامذہ اور عامۃ الناس کو یہ مسئلہ سمجھانے کے لیے ان فقہاء میں سے کسی نے اگر بکری اور کتے یا بکری اور خنزیر کی کوئی مثال بیان کر دی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس مثال کی نفی تو کی جا سکتی ہے لیکن ان کے قائم کردہ اصول اور اس اصول سے اخذ کردہ نتیجہ کو تو یکسر رد نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک اس سلسلہ میں متولد کی حلت وحرمت کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں فقہاء کی دونوں آراء اپنی اپنی جگہ پر قوی معلوم ہوتی ہیں مثلاً جو فقہاء متولدات میں ماں کی تبعیت کو معیار قرار دیتے ہیں ان کی رائے اس لیے قوی معلوم ہوتی ہے کہ متولد میں باپ کی بجائے ماں کے اثرات زیادہ نمایاں اور غالب ہوتے ہیں ایک تو اس لیے کہ افزائش میں زیادہ خصوصیات مادہ کے انڈہ میں ہوتی ہیں جو آگے بچے میں منتقل ہو جاتی ہیں جبکہ باپ کی خصوصیات اس کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی ہیں۔ اسی طرح ممالیہ جانوروں میں متولد بچہ ماں کا دودھ پینے سے بھی ماں ہی کے بہت سے اثرات قبول کرتا ہے کیونکہ دودھ اس کے جسم کی نشوونما کرتا ہے۔

اور جو فقہاء احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے متولد کو ہر صورت میں حرام ہی کہتے ہیں ان کی رائے اس لیے قوی معلوم ہوتی ہے کہ جب حلال اور حرام کسی چیز میں جمع ہو جائیں تو بلاشبہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حرام کو ترجیح دی جائے۔ چنانچہ حلت وحرمت کے ضمن میں فقہاء نے یہ قاعدہ اس طرح ذکر کیا ہے:

اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام.(۹۶)

۹۶- جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی (۹۱۱ھ)، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۰۶؛ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم (م ۹۷۰ھ)، الاشباہ والنظائر، بیروت دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۰، ص ۱۰۹ وشہاب الدین احمد بن ادریس القرافی (م ۶۸۴ھ)، الفروق (انوار البروق فی انواء الفروق)، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸، ج ۵، ص ۳۴۹

جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اور اس قاعدہ سے وہ فقہاء بھی اتفاق کرتے ہیں جنہوں نے اول الذکر موقف اختیار کیا ہے۔

حشرات

حشرات سے کیا مراد ہے؟

اردو لغت میں حشرات عام طور پر ان کیڑے مکوڑوں کو کہا جاتا ہے جو زیادہ تر زمین میں سوراخ کر کے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ رینگنے والے جانوروں (Reptiles) کو بھی حشرات کہا جاتا ہے۔[۹۷]

عربی زبان میں حشرات کے لیے لفظ حشرات کے علاوہ بھی کئی ایک الفاظ استعمال ہوتے ہیں مثلاً خشاش اَحناش اَحراش اور ہوام وغیرہ۔[۹۸]

وہ حشرات جن کا زہر عام طور پر جان لیوا ہوتا ہے جیسے سانپ وغیرہ۔ ان کے لیے ہوام کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا واحد ھامۃ ہے۔ اور وہ حشرات جو زہریلے ہوتے ہیں مگر ان کا زہر جان لیوا نہیں ہوتا جیسے بھڑ بچھو وغیرہ۔ ان کے لیے سوام کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا واحد سامۃ ہے۔ اور وہ حشرات جو زہریلے نہیں ہوتے جیسے چوہا یربوع خارپشت (Heghhog) خُنفُس/ خنافس (یہ چھپکلی یعنی Lizard کے خاندان میں سے ہے) وغیرہ ان کے لیے قوام کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا واحد قامۃ ہے۔ بعض اوقات غیر زہریلے حشرات کے لیے بھی ہوامّ کی اصطلاح استعمال ہو جاتی ہے۔[۹۹]

وہ حشرات جو سانپ کی نسل سے ہوں یا ان کا سر سانپ جیسا ہو ان سب کو احناش بھی کہتے ہیں۔[۱۰۰]

فقہاء نے طہارت ونجاست کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے خون کے اعتبار سے حشرات کی دو قسمیں کی ہیں:

۹۷- **اردو لغت،** کراچی اردو لغت بورڈ (ترقیِ اردو بورڈ)، ۱۹۸۲، ج ۸، ص ۱۶۸، رینگنے والے حیوانات جیسے سانپ چھپکلی وغیرہ

۹۸- **لسان العرب،** ج ۶، ص ۲۹۵ و **القاموس المحیط،** ج ۲، ص ۳۹۴

۹۹- مرتضٰی الزبیدی محمد بن محمد بن عبدالرزاق الزبیدی (م ۱۲۰۵ھ)، **تاج العروس من جواھر القاموس،** مصر، مطبع الخیریۃ، ۱۳۰۶ھ، (بذیل مادہ : ھمم) و **لسان العرب،** ج ۱۲، ص ۶۱۹

۱۰۰- **المعجم الوسیط،** ج ۱، ص ۲۰۲ و **لسان العرب،** ج ۶، ص ۲۸۹

۱- ایک وہ حشرات جن میں دم سائل ذاتی[۱۰۱] ہوتا ہے جیسے سانپ چوہا خُلد[۱۰۲](Blind Rat.) ضب (گوہ) یربوع نیولا خارپشت(Heghhog)۔

۲- اور دوسرے وہ جن میں دم سائل ذاتی نہیں ہوتا جیسے چھپکلی بچھو العِظَاء ۃ(گوہ سے ملتا جلتا حیوان) مکڑی چیونٹی ٹڈی بھڑ مکھی مچھر وغیرہ۔[۱۰۳]

امام کاسانی نے خون کے اعتبار سے حشرات سمیت تمام حیوانات کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے :

۱- جن میں خون بالکل نہیں ہوتا جیسے ٹڈی بھڑ مکھی مکڑی پسو بچھو وغیرہ۔

۲- ایک وہ جن میں خون ہوتا ہے مگر وہ خون بہنے والا نہیں ہوتا جیسے سانپ چھپکلی گرگٹ اور تمام زمینی کیڑے مکوڑے جیسے چوہا گوہ یربوع نیولا خارپشت وغیرہ۔

۳- تیسرے وہ جن میں دم سائل ہوتا ہے۔[۱۰۴]

ان میں سے پہلی دو قسم میں امام کاسانی نے جن حیوانات کی مثالیں دی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب عمومی طور پر حشرات کی قبیل سے ہیں گوکہ انہوں نے ان کے لیے حشرات کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔ البتہ ابن عابدین نے حشرات کا نام لے کر ان میں یہ حیوانات شمار کیے ہیں :چوہا چھپکلی گرگٹ خارپشت سانپ مینڈک بھڑ پسو جوں مکھی مچھر یربوع بچھو وغیرہ۔[۱۰۵]

دمیری نے شوافع کے حوالے سے سانپ چوہے یربوع نیولے گوہ خارپشت دلدل(خارپشت سے ملتا جلتا جانور) وغیرہ کو حشرات میں شمار کیا ہے۔[۱۰۶]

۱۰۱- یعنی خود اپنا بہنے والا خون موجود ہو مثلاً مچھر میں خون ہوتا ہے مگر وہ خون اس کا اپنا نہیں ہوتا بلکہ انسانوں سے پیا ہوا ہوتا ہے اور اسی طرح وہ اتنا نہیں ہوتا کہ اسے سائل یعنی بہنے والا کہا جا سکے

۱۰۲- خُلد حشرات میں سے ہے۔ یہ زمین میں بل بنا کر رہتا ہے۔ چوہے کی طرح کا حیوان ہے بلکہ اسے اندھا چوہا بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے کان اور آنکھیں بظاہر دکھائی نہیں دیتیں۔ انگلش میں اسے Spalax typhlus, Blind Mole Rat. کہا جاتا ہے۔ (امین معلوف، معجم الحیوان ،ص۱۶۲)

۱۰۳- الموسوعة الفقهية، ج ۵،ص ۱۴۱

۱۰۴- بدائع الصنائع، ج ۵،ص ۳۶

۱۰۵- رد المحتار على الدرالمختار، ج ۶،ص ۳۰۴، یہاں یربوع بھی شامل ہے مگر خود ہی انہوں نے یربوع کو درندوں میں بھی شمار کیا ہے۔ (ایضاً، ج ۶،ص ۳۰۶)

۱۰۶- محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ الدمیری (م ۸۰۸ھ)، حياة الحيوان الكبرىٰ، بیروت، دار الكتب العلمية، ۱۴۲۴ھ، ج ۱، ص۳۳۳، ۳۳۴

جدید علم حیوانات کے چند اعتراضات

عربی لغت اور فقہی اصطلاح دونوں میں حشرات کا اطلاق تمام چھوٹے غیر آبی حیوانات پر ہوتا ہے۔ خواہ یہ چھوٹے حیوانات کیڑے مکوڑے ہوں یا ان سے ملتے جلتے وہ حیوانات جنہیں عام طور پر کیڑے مکوڑے نہیں کہا جاتا۔ اور خواہ ان میں بہنے والا خون پایا جائے یا خون بالکل نہ پایا جائے اور خواہ یہ زہریلے ہوں یا غیرزہریلے اور خواہ یہ زمین پر رینگنے والے ہوں خواہ ہوا میں اڑنے والے۔[۱۰۷] یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس قبیل میں بعض ایسے حیوانات کو بھی شمار کیا ہے جنہیں جدید علم حیوانات میں حشرات میں شمار نہیں کیا جاتا مثلاً چوہے حشرات کی بجائے ممالیہ حیوانات میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح یربوع (گلہری) بھی چوہوں کے خاندان سے ہے۔ اور نیولے (Mongoos) وغیرہ کو بھی حشرات کی بجائے درندہ صفت حیوانات میں شمار کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ بات قابلِ طعن نہیں ہوسکتی اس لیے کہ فقہاء نے لغت اور عرف کی بنیاد پر آج سے کم و بیش بارہ تیرہ صدیاں پہلے اس بارے میں بحث شروع کر دی تھی اور اس وقت ظاہر ہے علم حیوانات بالکل ابتدائی سطح پر تھا۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء نے اس تقسیم کو فقہی اعتبار سے مدنظر رکھا ہے اور حشرات کے گروپ میں جن حیوانات کو انہوں نے شمار کیا ہے اس کا مقصد ان حیوانات کے فقہی احکام بیان کرنا تھا۔ ان حیوانات کو آج کسی اور گروپ میں تقسیم کر دیا جائے تو تب بھی ان کے فقہی احکام پر کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اسی طرح فقہاء نے حشرات کے ضمن میں بعض حیوانات کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ ان میں خون نہیں ہوتا اس کی بڑی نمایاں مثال مکھی مچھر اور کیڑے مکوڑوں سے دی جا سکتی ہے۔ لیکن علم حیوانات میں یہ بات مسلمہ ہے کہ ان میں بھی خون ہوتا ہے[۱۰۸] اور اس طرح اس پہلو سے بھی فوراً شبہ پیدا ہوتا ہے

۱۰۷- اڑنے کے لیے ان کے پر تو ہوتے ہیں مگر پرندوں کی طرح Feather نہیں ہوتے

۱۰۸- اس بات کو سمجھنے کے لیے درج ذیل سوال اور اس کا جواب قابل غور ہے:

Q: Do insects have blood and do they bleed when they are hurt?

A: Insects have blood, but it's not like our blood. Our blood is red because it has hemoglobin, which is used to carry oxygen to where it is needed in the body. Insects get oxygen from a complex system of air tubes that connect to the outside through openings called spiracles. So instead of carrying oxygen, their blood carries nutrients from one part of the body to another. They do bleed when they are hurt and their blood can clot. So they can recover from minor wounds. (www.2scholastic.com/ browse/article.jsp?=4628)

کہ فقہاء خون کی نفی کی بات کیوں کرتے ہیں۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جن حشرات سے خون کی نفی کی جاتی ہے ان میں خون کے سرخ ذرات نہیں ہوتے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سرخ ذرات کے علاوہ خون کے باقی اجزاء بھی اتنی کم مقدار میں ہوتے ہیں کہ انہیں خوردبین کے بغیر انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اور اتنی معمولی مقدار کو حلت و حرمت اور طہارت و نجاست کے اعتبار سے شریعت میں قابل معافی قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر اسے قابل معافی قرار نہ دیا جاتا تو لوگوں کے لیے اس میں مشقت پیدا ہو جاتی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ حیوانات میں اس خون کا اعتبار کیا گیا ہے جو رگوں میں چلتا ہے جبکہ حشرات میں اگر کچھ خون ہوتا بھی ہے تو وہ رگوں میں نہیں چلتا بلکہ ہوائی نالیوں (Air Tubes) میں چلتا ہے۔

ان وجوہات کے پیش نظر ظاہر ہے فقہاء کا حشرات کے خوان کو حلت و حرمت اور طہارت و نجاست کی بحث میں معتبر نہ سمجھنا یا ان کے خون کی نفی کرنا غیر معقول نہیں رہتا۔

❁❁❁❁❁